© rasailojaraid.com

حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ

(از مولانا حافظ محمد اسحٰق صاحب صدر مدرس تقویۃ الاسلام لاہور)

(۱)

نام ونسب | سعید بن مسیب نام، ابو محمد کنیت، فقیہ الفقہا لقب، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تیسرے سال مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد مسیب کو شرف صحبت حاصل تھا، دوسرے صحابہ کے ساتھ بیعتہ الرضوان میں شریک تھے۔ ذریعہ معاش تجارت تھا، ان سے سات احادیث مروی ہیں۔ دو متفق علیہ ہیں اور ایک میں امام بخاری رحمہ متفرد ہیں، ابو طالب کی وفات کی حدیث کے یہی راوی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے علاوہ ابی بن کعب اور ابو سفیان سے بھی استفادہ کیا، ان سے ان کے صاحبزادے سعید ہی روایت کرتے ہیں، آپ کے دادا حزن بھی صحابی ہیں۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائے، اور جنگ یمامہ میں بھی شریک ہوئے[۱]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ کہنے لگے میرا نام حزن ہے، آپ نے فرمایا یہ نام بدل کر اپنا نام سہل رکھو، حزن کے معنی سخت زمین ہے، جس سے درشتی اور ناہمواری ٹپکتی ہے اور سہل نرم زمین کو کہتے ہیں، اس میں رفق او[ر] نرمی کی طرف اشارہ ہے، بولے میں اپنے باپ کے رکھے ہوئے نام کو بدلنا نہیں چاہتا، نیز یہ بھی ہے کہ [نا]م کو ہر ایک دبا لیتا اور بے آبرو کر ڈالتا ہے، سعید کہتے ہیں میرے خیال میں شاید اسی وجہ سے ہمارے خاندان میں خشونت اور درشتی پائی جاتی ہے[۲]۔ ان کے بیٹے مسیب ہی روایت کرتے ہیں یہ ان دونوں باپ بیٹا کی صحبت کا فیض تھا کی برکت ہے کہ ان کے لخت جگر امام سعید کو علم شریعت میں وہ بلند مقام حاصل ہوا کہ امت نے بالاتفاق سرتاج تابعین تسلیم کر لیا۔

اساتذہ | چونکہ آپ کا شمار کبار تابعین میں ہے اس لئے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ اور صحابیات سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے، مندرجہ ذیل خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

---

[۱] تہذیب الاسماء واللغات للنووی ص ۲۱۹ ج ۱ – [۲] الاصابۃ فی معرفۃ الصحابہ ص ۲۷ ج ۲ – [۳] سنن ابوداؤد ص ۶۷۷، ومشکوٰۃ شریف ص ۴۰۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، ابوذر، ابوالدرداءؓ، حسان بن ثابت، حکیم بن حزام، زید بن ثابت، ابوقتادہ، ابوموسیٰ اشعری، ابوہریرہ، ابوسعید خدری، ان کے والد مسیب، حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ، اسماء بنت عمیس، خولہ بنت حکیم، فاطمہ بنت قیس اور ام سلیم وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین، ان کے علاوہ اجلہ تابعین رح سے بھی آپ نے کسب فیض کیا ہے،

حضرت عمرؓ سے آپ کے سماع میں اختلاف ہے۔ جو دراصل آپ کے سن ولادت میں اختلاف کا نتیجہ ہے ایک روایت میں آپ کی پیدائش حضرت عمرؓ کی شہادت سے صرف دو سال قبل بتائی گئی ہے غالباً اسی روایت کے پیش نظر امام مالک رح، امام ابو حاتم رح اور واقدی وغیرہ نے حضرت عمرؓ سے آپ کے سماع کی نفی ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ آپ فاروق اعظم کے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے دو سال بعد پیدا ہوئے اور ان کی شہادت کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال تھی یہی وجہ ہے کہ امام الجرح والتعدیل حضرت امام یحییٰ بن معین نے حضرت عمرؓ سے آپ کے سماع کو درست تسلیم کیا ہے، اور فرمایا کہ آٹھ سال کا بچہ بہت کچھ یاد رکھ سکتا ہے[1]

امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا "سعید بن مسیب کا سماع حضرت عمرؓ سے قابل حجت ہے یا نہیں؟" فرمانے لگے ہمارے نزدیک قابل حجت ہے انہوں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا اور ان سے سماع کیا ہے۔ اگر سعید عن عمر قابل نہیں ہے تو پھر کون سی سند قبول کی جائے گی[2]

حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے تہذیب التہذیب میں اپنی صحیح سند سے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں حضرت عمرؓ سے آپ کے سماع کی تصریح ہے پوری حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں ھذا الاسناد علی شرط مسلم نیز فرمایا ھذا الاسناد صحیح لا مطعون فیہ[3]

طلب علم | سن رشد کو پہنچتے ہی آپ کی تعلیم کا آغاز ہو گیا تھا۔ اس راہ میں آپ نے اس قدر جفاکشی، محنت اور جانفشانی کا ثبوت دیا کہ اس کی نظیر آپ کے معاصرین میں شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آئے گی، ایک ایک حدیث کی طلب میں مسلسل کئی کئی دن اور کئی کئی رات سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا آپ کا معمول تھا۔ یہاں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو علم سے والہانہ محبت تھی، جو آپ کو کشاں کشاں ہر مجلس علم میں پہنچا دیتی تھی اور کلمہ حکمت حاصل کرنے کے لئے ہر وقت بادیہ پیمائی اور صحرا نوردی پر آمادہ اور مستعد

---

[1] تہذیب التہذیب ص ۸۵ ج ۴ [2] ایضاً ص ۸۵ [3] ایضاً ص ۸۶ ج ۴ ۔ [4] تذکرۃ الحفاظ ص ۵۲ ج ۱ والبدایہ والنہایہ ص ۱۰۰ ج ۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکھتی تھی، یہ اسی طلب صادق کا نتیجہ ہے کہ آپ علم و فضل کے اس اونچے مقام پر پہنچے کہ آپ کو بالاتفاق رئیس التابعین تسلیم کر لیا گیا اور فقیہ الفقہا کے ممتاز لقب سے ملقب ہوئے۔ اس علمی برتری اور تفوق کو دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابی اپنے تلامذہ کو فرمایا کرتے تھے "اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پا لیتے تو آپ انہیں دیکھ کر خوش ہوتے"[۱] خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے والد فاروق اعظمؓ کے بہت سے فیصلہ جات اور دیگر امور کے متعلق ان سے معلومات حاصل کیا کرتے تھے[۲]، ایک دفعہ آپ سے کسی نے کوئی مسئلہ دریافت کیا تو فرمایا سعید سے پوچھو اور پھر مجھے آ کر اطلاع دو، اس نے ایسا ہی کیا، فرمانے لگے میں نے نہیں کہا تھا کہ یہ ایک نادرۂ روزگار عالم ہیں[۳]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے فیصلہ جات کا جتنا علم انہیں تھا، کسی دوسرے کو نہیں تھا۔ خود فرماتے ہیں

مابقی احد اعلم بکل قضاء قضاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکل قضاء قضاہ ابوبکر وکل قضاء قضاہ عمر وفی روایۃ وکل قضاء قضاہ عثمان منی[۴]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کے فیصلہ جات کا مجھ سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی باقی نہیں رہا،

حضرت عمرؓ کے فیصلہ جات اور احکام کے حفظ و ضبط کا جو اہتمام آپ نے کیا کسی دوسرے نے کم ہی کیا ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو راویۂ عمر کہا جاتا تھا[۵]۔

اساتذہ کا انتخاب آپ اساتذہ کے انتخاب میں بے حد محتاط تھے، کسی ایسے آدمی سے روایت لینا پسند نہیں کرتے تھے جو بلحاظ اصول و ضوابط محدثین پایۂ اعتبار سے گرا ہوا ہو، صرف اسی شخص کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرتے تھے۔ جو حفظ و اتقان اور ثقاہت و عدالت میں اونچے مرتبہ پر فائز ہوتا تھا۔ یزید بن ابی مالک کہتے ہیں، ایک دفعہ آپ نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی، میں نے پوچھا اے ابو محمد یہ حدیث آپ نے کس سے لی ہے؟ فرمانے لگے اے شامی پڑھنے کی فکر کرو اور یہ مت پوچھو ہم بجز ثقات

[۱] ابن خلکان ص ۲۰۶ ج ۱، [۲] تہذیب التہذیب ص ۸۶ ج ۴، [۳] ابن خلکان ص ۲۰۶، ج ۱، [۴] تہذیب التہذیب ص ۸۶ ج ۴، [۵] تہذیب التہذیب ص ۸۶، ج ۴،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی سے روایت نہیں لیتے۔[1]

حافظہ | آپ کی یادداشت نہایت قوی اور حافظہ بڑا مضبوط تھا، ایک دفعہ کی سنی ہوئی بات دل میں اس طرح نقش ہو جاتی تھی جیسے پتھر پر لکیر خود فرماتے ہیں میں نے جو کچھ اپنے دل کے سپرد کیا اس نے اس میں میری کبھی خیانت نہیں کی۔[2]

علم و فضل | مسلسل جد و جہد اور لگاتار سعی و عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ علم کا ایک بحر ناپیدا کنار بن گئے، آپ کے علمی تفوق، ریاضت و عبادت اور زہد و ورع کا مخالف و موافق اور دشمن و دوست سب نے اقرار کیا ہے، اور تو اور خود صحابہ کرام اور تابعین عظام تک آپ کے علم و فضل کے معترف اور مداح تھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ انہ احد العلماء،[3] کبھی فرمایا ہو واللہ احد المتقین[4]۔ فقیہ شام امام مکحول فرماتے ہیں میں طلب علم کے لئے تمام دنیا میں پھرا، مگر سعید بن مسیب سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا۔[5]

حضرت قتادہ کا بیان ہے میں نے امام حسن بصری کا دوسرے علماء سے موازنہ کیا تو انہیں علم میں سب سے بڑھا ہوا پایا، مگر اس قدر وفور علم کے باوجود جب انہیں کوئی علمی اشکال پیش آتا تو اس کے حل کے لئے حضرت سعید بن مسیب کی طرف رجوع کیا کرتے تھے،[6] امام علی بن مدینی فرماتے ہیں، میں تابعین میں کوئی ایسا شخص نہیں جانتا جس کا علم حضرت سعید بن مسیب جتنا وسیع ہو، آپ میرے نزدیک تابعین میں ایک جلیل القدر شخصیت کے مالک ہیں جب آپ فرماویں کہ سنت اس طرح ہے تو یہ اس کی صحت کی ضمانت کے لئے کافی ہے۔[7]

میمون بن مہران کا بیان ہے میں جب مدینہ منورہ آیا اور وہاں کے سب سے بڑے عالم کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے مجھے حضرت سعید بن مسیب کے گھر کا راستہ بتایا۔[8] امام ابو حاتم فرماتے ہیں تابعین میں آپ سے بڑھ کر سمجھدار کوئی نہیں ہے، آپ حضرت ابو ہریرہ کی احادیث تمام تابعین سے زیادہ صحیح بیان کرتے تھے اور ان کے داماد بھی تھے۔[9] حافظ ذہبی رح لکھتے ہیں۔

کان وسیع العلم وافر الحرمة	علم میں وسعت، بے پناہ احترام، دیانت میں

[1] تہذیب التہذیب ص ۸۷ ج ۴، [2] طبقات ابن سعد ص ۸۹، [3] ابن خلکان ص ۲۰۶ ج ۱، [4] تہذیب التہذیب ص ۸۴ ج ۴، [5] البدایہ والنہایہ ص ۹۹ ج ۹، [6] شذرات الذہب ص ۱۰۳ ج ۱، [7] البدایہ ص ۹۹ ج ۹ و تہذیب التہذیب ص ۸۵ ج ۴، [8] تہذیب التہذیب ص ۸۴ ج ۴، [9] تہذیب التہذیب ص ۸۴ ج ۴ و تہذیب الاسماء واللغات ص ۲۲۰ ج ۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فقیہ بالحق لا تو نۃ یا اللہ منین النفس[۱] — پختگی رخ کا برملا اعلان اور فقاہت نفس آپ کے ممتاز صفات تھے،

امام نووی فرماتے ہیں، امامت، جلالت قدر، علم و فضل اور تمام نیک اعمال اور خصال حسنہ میں آپ کے تقدم و برتری پر جملہ علماء کا اتفاق ہے[۲]، راس التابعین حضرت قتادہ، امام مکحول اور امام ابن شہاب زہری فرماتے ہیں ہم نے سعید بن مسیب سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا[۳]۔ امام مکحول کو جب آپ کی وفات کی اطلاع ملی تو فرمانے لگے آج سب لوگ علم میں برابر ہو گئے ہیں (یعنی جو ان میں ممتاز تھا وہ اٹھ گیا)[۴] امام زہری فرماتے ہیں میں نے حضرت سعید بن مسیب کی ہم نشینی میں پورے سات سال بسر کئے، میرے خیال میں ان جیسا علم کسی کے پاس نہیں تھا[۵]۔

حدیث | علم حدیث آپکا وہ مخصوص فن ہے جس کی تحصیل پھر تدریس و تعلیم میں آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ وقف رہا۔ اس علم سے آپ کی محبت اور وابستگی کا یہ عالم تھا۔ کہ اس کی ایک ایک روایت جمع کرنے کے لئے آپ نے کئی کئی رات اور کئی کئی دن سفر کی صعوبتیں برداشت کیں اور اس راہ میں پیش آنے والی ہر مصیبت کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا اس فن میں آپ کو وہ درک حاصل تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے وسیع العلم صحابی بہت سی چیزوں کے حل میں آپ کی طرف رجوع فرمایا کرتے تھے اور اپنے تلامذہ اور متعلقین کو ان سے استفادہ کی تلقین کیا کرتے تھے۔ تابعین عظام اور اتباع تابعین کے لئے آپ کا حلقۂ درس آخری درس گاہ تھا جس سے تشنگی بجھائے بغیر وہ اپنے سرمایۂ علم میں کمی محسوس کیا کرتے تھے۔

حدیث کا احترام | آپ کی نظر میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدر احترام تھا کہ بیماری کی حالت میں بھی جبکہ نماز جیسے اہم فریضہ میں رعایت اور بیمار کو لیٹ کر پڑھنے کی اجازت ہے، آپ لیٹے لیٹے حدیث بیان کرنا خلاف ادب سمجھتے تھے، اگر ضرورت پڑتی تو بہزار دقت بیٹھ کر ہی بیان فرماتے چنانچہ ایک دفعہ آپ بیمار تھے کسی نے آپ سے ایک حدیث کے متعلق سوال کیا، بڑی مشکل سے اٹھے حدیث بیان کی اور پھر لیٹ گئے۔ سائل نے کہا حضرت! اتنی تکلیف کی حاجت نہیں تھی، آپ لیٹے لیٹے بیان فرما دیتے۔ فرمانے لگے مجھے یہ سخت ناپسند ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ ص ۵۱ ج ۱ [۲] تہذیب الاسماء ص ۲۲۰ ج ۱ [۳] شذرات الذہب ص ۱۰۳ ج ۱ و تذکرۃ الحفاظ ص ۵۱ ج ۱، [۴] تذکرہ ص ۵۲ ج ۱، [۵] البدایہ ص ۹۹ ج ۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیث کو بیان کردی[1]

فقہ علم فقہ میں آپ کو وہ بلند مقام حاصل تھا، جو آپ کے زمانہ میں کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوا اس فن میں آپ کی مجتہدانہ شان استعداد اور مہارت کا اندازہ کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ مدینہ منورہ کے شہرہ آفاق فقہائے سبعہ کے رئیس تھے جن پر اس دور اور بعد کے ادوار میں فقہ اسلامی کا انحصار تھا، اسی لئے آپ کو فقیہ الفقہا کہا جاتا تھا[2]، امام اوزاعی جو خود بہت بڑے فقیہہ تھے فرماتے ہیں کسی نے امام ابن شہاب زہری اور امام مکحول سے پوچھا جن فقہا سے آپ کو ملنے اور استفادہ کرنے کا اتفاق ہوا ہے ان میں سب سے بڑا فقیہہ کون ہے؟ دونوں بیک زبان بولے ہم نے حضرت سعید سے بڑا فقیہہ کوئی نہیں دیکھا[3]۔ امام قتادہ کا بیان ہے میں نے حرام و حلال کو ان سے زیادہ جاننے والا کوئی عالم نہیں پایا[4]۔ امام زہری کا کہنا ہے مجھے عبداللہ بن ثعلبہ نے کہا اگر فقہ سیکھنا چاہتے ہو تو اس شیخ (حضرت سعید بن مسیب) کا دامن پکڑو[5]۔ سلیمان بن موسیٰ فرماتے ہیں، آپ تابعین میں سب سے بڑے فقیہ تھے[6]۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں آپ فقہ، دین، تورع، عبادت اور جملہ فضائل میں تابعین کے رئیس تھے اور فقہائے حجاز میں آپ کا مقام سب سے اونچا تھا[7]۔ عبدالرحمان بن زید بن اسلم کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار صحابہ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ کے انتقال کے بعد تمام اسلامی شہروں میں علم فقہ پر موالی چھا گئے، چنانچہ مکہ میں عطاء، یمن میں طاؤس، یمامہ میں یحییٰ بن ابی کثیر، بصرہ میں حسن بصری، کوفہ میں ابراہیم نخعی، شام میں مکحول اور خراسان میں عطاء خراسانی مسند فقہ پر رونق افروز ہوئے۔ صرف مدینہ منورہ میں یہ اعزاز قریش کے مسلمہ امام حضرت سعید بن مسیب کے حصہ میں آیا[8]۔

تفسیر تفسیر قرآن میں بھی آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ ابن العماد حنبلی لکھتے ہیں۔ ھو من فقھاء المدینۃ جمع بین الحدیث والتفسیر والفقہ والورع والعبادۃ[9]۔ مگر تفسیر بالرائے سے بہت بچتے تھے، یحییٰ بن سعید سے مروی ہے، آپ سے کتاب اللہ کی کسی آیت کی تفسیر دریافت کی گئی تو فرمایا میں قرآن

---

[1] البدایہ والنہایہ ص ۱۰۰، ج ۹ [2] البدایہ والنہایہ ص ۱۰۰، ج ۹۔

[3] البدایہ والنہایہ ص ۹۹ ج ۹، [4] تہذیب التہذیب ص ۸۴ ج ۴، [5] تہذیب التہذیب ص ۸۴، ج ۴، [6] تہذیب الاسماء ص ۲۲۰ ج ۱، [7] تہذیب التہذیب ص ۸۶ ج ۴، [8] شذرات الذہب ص ۱۰۳ ج ۱، [9] شذرات الذہب ص ۱۰۳ ج ۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں اپنی رائے سے کچھ نہیں کہتے تھے، اس احتیاط کی وجہ سے آپ کو بحیثیت مفسر وہ شہرت و ناموری حاصل نہیں ہوئی جو محدث اور فقیہ ہونے کی حیثیت سے آپ کو حاصل تھی۔ (باقی)

بقیہ جرعات

یہ بشریت، ملکیت اور ابلیسیت کی حقیقتوں، عملاً عینوں فطرتوں کی ایک حسین داستان ہے۔ بزبان حال ہم یہ قصہ پڑھتے ہیں۔ کہ دیوار نے کھونٹی سے پوچھا کہ تو مجھ میں سوراخ کیوں کرتی ہے؟ کھونٹی نے جواب دیا کہ یہ سوال اس سے کر جو مجھے ٹھونک رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ نہ دیوار نے کوئی سوال کیا اور نہ کھونٹی نے کوئی جواب دیا۔ بلکہ ایک قصے کے پیرائے میں ایک خاص حقیقت بیان کی گئی۔ کلیلہ و دمنہ ایسی ہی داستانوں سے بھری ہے۔ رومی و عطار نے اس طرح کے بے شمار قصے لکھے ہیں۔ ان کا مقصد صرف ایک حقیقت کو بیان کرنا ہوتا ہے۔ ڈرامائی انداز ... ہے قرآن نے بھی بشری، ملکی اور جنی فطرتوں کو بیان کرنے کے لئے اسی طرح کا دلنشین انداز اور پیرایہ قصہ اختیار فرمایا ہے" ثقافت ص ۴۸ مجریہ جنوری ۱۹۵۷ء)

سمجھے آپ؟ اللہ تعالیٰ کا بیان فرمودہ قصہ حضرت آدم کوئی امر واقعی نہیں، خارج میں اس کا کوئی وجود نہیں ہوا، بس اس کی حیثیت کلیلہ و دمنہ کی کہانیوں اور دلنشین ڈرامائی انداز کی ہے۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔ اور وحی کی حقیقت یوں بیان کی گئی ہے کہ وہ ——!

"فطرت کی اندرونی راہنمائی ہے" اس لفظ کے متفرق طور پر استعمال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انبیائے کرام کا مخصوص الہام اسی قوت کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے، جس کے ذریعہ خلاق قدرت حیوانات اور عام انسانوں کی راہنمائی کرتا ہے البتہ ان اشکال کے مدارج میں بہت بڑا فرق ہے۔ جس طرح ماہرین فن اپنی اپنی ایجادات و اختراعات میں فطرت کی اندرونی راہنمائی سے مستغنی نہیں ہو سکتے ہیں، اور جب کسی شعبۂ فن میں اس کے ماہر کو کوئی نئی بات سوجھتی ہے، تو وہ فطرت اندرونی ہدایت کا نتیجہ ہوتی ہے ...... اسی طرح انبیا اور رسولوں نے ہادئ فطرت سے جو تعلیمات اخذ کئے ہیں وہ بھی ..... اندرونی الہام ..... کا نتیجہ ہیں ..... یہ سمجھنا صحیح نہ ہوگا کہ ان پر خارج سے کوئی قوت عمل کرتی ہے" (اسلام کی بنیادی حقیقتیں ص ۶۳)

مطلب یہ کہ انبیاء علیہم السلام کی "وحی" کی حیثیت بس ایک عمدہ قسم کے ماہر فن کی حیثیت ہے، کہاں کا فرشتہ اور کیا اس کا نزول! ایک صاحب لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے انحطاط کے زمانے میں ..... اور انبیاء زادوں کی تعداد ایک ہی وقت میں سینکڑوں تک تھی اور ان کی

سلہ طبقات ابن سعد ص ۱۸۴ (اردو ایڈیشن)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حالت ایسی ہی تھی جیسے ہمارے زمانہ میں خانقاہوں کے پیروں کی ہے۔ اور یہی حلقۂ ارادت اور یہی وجد و حالت کی کیفیت ان پر طاری رہتی۔ اور لوگ خیال کرتے کہ ان پر روح القدس کا نزول ہو رہا ہے"

(ادارہ ثقافت کی کتاب مذاہب اسلامیہ ص ۱۶۲)

یعنی انبیائے بنی اسرائیل علیہم السلام (معاذ اللہ) موجودہ زمانے کے سچے جھوٹے پیروں کی طرح ایک کھیپ تھے — ! اور سنئے —

"معراج کے بارہ میں کچھ روایات ہیں۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ سب ایرانی زرتشتی ہیں، معراج کا قصہ وہی کچھ ہے۔ صرف نام بدل دئے گئے ہیں (پھر وہ قصہ ذکر کر کے لکھا ہے) یہی قصہ مسلمانوں میں تبدیل نام کے بعد شائع ہوا۔ اور اس کو مستند بنانے کے لئے احادیث میں مذکور ہوا . . . . . . معراج کے بارہ میں تمام احادیث . . . . . زندیقوں کی اختراع ہے۔" (مذاہب اسلامیہ ص ۲۴۹)

کیا یہ معراج نبوی کا صریح انکار نہیں؟ پھر یہ بھی ارشاد ہے :—

"یوم آخر" پر ایمان ایک اصولی امر ہے لیکن قرآن بطور عقیدہ کے یہ بات نہیں منواتا۔

(اسلام کی بنیادی حقیقتیں ص ۱۵۰)

چلیئے قیامت پر ایمان سے بھی چھٹی ہوئی۔ باقی رہے وہ مقدمات یوم آخرت جن کو ماننا آج تک مسلمانوں کا متفقہ طور سے عقیدہ ایمان کا جز چلے آ رہے ہیں۔ تو ان کے متعلق یوں گوہر افشانی فرمائی گئی ہے۔

"علامہ نسفی اور شارح علامہ تفتازانی باہمہ علم و فضل عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوال و جواب اور میزان اور پل صراط پر ایمان کو بھی عقائد میں شامل کرتے ہیں۔ اگر میرا بس چلتا تو میں لفظ "عقیدہ" ہی اس معنی میں لغت سے خارج کر دیتا۔"

"اگر میرا اختیار ہوتا تو میں اس قسم کے عقائد کی جگہ اور ہی پیش کرتا" (مذاہب اسلامیہ ص ۲۴۶)

غرض یہ نمونہ ہے۔ اس بنیاد کا جس پر ثقافتی فقہ جدید کی عمارت اٹھانے کے داعیے ہیں —

مفت

رسالہ گیارہویں شریف معہ پانچویں شریف چھپ کر آگیا ہے ٹکٹ ہندوستانی یا پاکستانی سب قبول ہوں گے۔ ایک ایک آنہ والے چار ٹکٹ بھیج کر آج ہی طلب فرمالیجئے۔ مکتبہ شعیب برنس روڈ کراچی ۱

© rasailojaraid.com